اور پھول مہک اُٹھے

ڈاکٹر عاکف سنبھلی
میاں سرائے، سنبھل (یوپی)

امتحان کے بعد آج پہلی بار اسکول کھلا تھا۔ سارے بچے اسکول آ چکے تھے۔آج ان کا رزلٹ ملنے والا تھا اس لیے کچھ بچے خوش تھے۔تو ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جن کے دل خوف سے کانپ رہے تھے۔ طرح طرح کے خیالات نے ان کے ذہن و دل کو جھنجھوڑ رکھا تھا اور وہ اپنی کامیابی کے لیے اللہ سے دعا کر رہے تھے۔ خوش ہونے والے بچوں میں سمیؔر بھی تھا۔سمیر اسکول کا محنتی اور ہونہار بچہ تھا۔ پڑھنے لکھنے میں تیز اور اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والا۔اس لیے ہمیشہ ہی اچھے نمبروں سے کامیاب ہوتا۔اس مرتبہ بھی اس کے تمام پرچے اچھے ہوئے تھے۔ اس لیے اسے اچھی پوزیشن کے ساتھ کامیاب ہونے کا پورا یقین تھا۔سبھی بچے میٹنگ ہال میں جمع ہو چکے تھے۔رزلٹ سنایا جا رہا تھا۔سمیر نہ صرف اچھے نمبروں سے پاس ہی ہوا تھا بلکہ اس نے پورے اسکول کو ٹاپ کیا تھا۔ ہر طرف خوشی کا ماحول تھا۔سب اس کو مبارک باد دے رہے تھے۔اس کا بھی خوشی کے مارے برا حال تھا۔ وہ رزلٹ لے کر گھر کی طرف چل دیا۔ وہ یہ خوش خبری جلد از جلد اپنے والدین اور گھر کے دیگر لوگوں تک پہنچانا چاہتا تھا۔اس لیے تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف چل دیا اور جلد ہی گھر پہنچ گیا۔

سمیر نے اپنی کامیابی کی خوش خبری جب گھر کے لوگوں کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے خاص طور پر اس کی امی جو اس کی کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیا کرتی تھیں ان کا تو خوشی سے برا حال تھا۔ والد بھی بہت خوش تھے۔دونوں نے سمیر کی بلائیں لیں اور ڈھیر ساری دعائیں دیں۔اسی طرح اس کے بہن بھائیوں کا بھی خوشی کے مارے برا حال تھا۔ وہ بھی اس کو مبارکباد دے رہے تھے۔غرض کہ سارے ہی گھر میں خوشی کا ماحول تھا۔اس خوشی کے ماحول میں کب شام ہوئی پتہ بھی نہ چل سکا۔سمیر کھانا کھانے کے بعد بستر پر چلا گیا۔ وہ دن بھر کا تھکا ہارا تھا۔جلد ہی نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

صبح ہوئی۔وہ بستر سے اٹھا اور نہا کر نماز پڑھی پھر ناشتہ کر کے اسکول چل دیا۔صبح کی ٹھنڈی اور دل فریب ہوا کے جھونکے یوں تو ہر انسان کا دل بہلایا کرتے ہیں، لیکن سمیر کا دل تو پہلے سے ہی خوش تھا۔اس لیے یہ ماحول اسے کچھ زیادہ ہی شادمانی عطا کر رہا تھا۔اس کی تو خوشی کا

ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ اپنی کامیابی پر نازاں اور کیف وسرور سے سرشار اپنی ہی دنیا میں مگن وہ اپنی منزل کی طرف گامزن تھا۔ فرطِ خوشی سے اسے راستے کا احساس ہی نہ ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اسکول پہنچ گیا۔ دعا کی گھنٹی لگی۔ سبھی بچے میدان میں جمع ہو گئے۔ دعا کے بعد پرنسپل صاحب نے تقریر کی جس میں اسکول کے رزلٹ خاص طور سے سمیر کے امتیازی نمبروں سے کامیاب ہونے پر اسے مبارکباد پیش کرنا تھا۔ کچھ ٹیچرز نے بھی سمیر کو مبارکباد دی۔ اسکول کے بچے بھی اس موقع پر خوش تھے اور سمیر کو مبارکباد دے رہے تھے۔ ہر طرف سے مبارکباد اور تعریف وستائش نے سمیر کو مغرور سا کر دیا۔ اب اس کو اپنی کامیابی پر خوشی ہی نہیں بلکہ فخر وغرور ہونے لگا تھا، جو انسان کی تباہی و بربادی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ سمیر کی کامیابی نے اس کے اندر یہ خرابی پیدا کر دی تھی۔ دو چار دن میں جو اور بھی زیادہ بڑھتی گئی۔ اس کا احساس اس کے ٹیچرز کو بھی ہونے لگا تھا۔ بالخصوص اس کے کلاس ٹیچر غیور صاحب نے سمیر کے اس بدلاؤ کو سنجیدگی سے لیا۔ وہ اس سے کچھ زیادہ ہی محبت کیا کرتے تھے۔ لہٰذا سمیر کی اصلاح کے لیے فکر مند ہو گئے۔

ایک دن جب وہ انٹرویل میں اسکول کے باغیچے میں ٹہل رہے تھے۔ اچانک پودوں پر کھلے ہوئے پھولوں کو دیکھ کر ان کے دل میں ایک آئیڈیا آیا۔ وقت گنوائے بغیر انھوں نے ایک بچے کے ذریعے سمیر کو بلوایا۔ اس کے آجانے پر انھوں نے اس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ بیٹا سمیر! میں نے تمھیں یہاں اس لیے بلایا ہے کہ تم ان پودوں کو اور ان پر کھلتے ہوئے پھولوں کو غور سے دیکھو اور سوچو کہ یہ ہمیں اتنے حسین ودلکش کیوں لگتے ہیں؟ اور ہم لوگ کیوں ان کو پسند کیا کرتے ہیں؟ سمیر ماسٹر صاحب کے اس طرح بلانے سے پہلے ہی گھبرایا ہوا تھا۔ اب اس طرح کے سوالات سے کچھ سٹپٹا گیا۔ وہ ان کے سوالات کا مطلب ہی صحیح ڈھنگ سے نہیں سمجھ پایا۔ پھر بھلا وہ ماسٹر صاحب کے سوالات کا جواب ہی کیا دیتا۔ ماسٹر صاحب نے اس کو خاموش دیکھ کر پھر اپنے سوالات کو دہرایا۔ اب بھی سمیر کے خاموش رہنے پر ماسٹر صاحب نے خود ہی کہنا شروع کیا۔

سمیر! ہم پھولوں کو اس لیے پسند کرتے ہیں کہ وہ خوبصورت اور حسین ہونے کے ساتھ ہی ہمارے کام بھی آیا کرتے ہیں۔ ان سے ہم خوشبو حاصل کرنے کے ساتھ ہی دوائیں اور شہد بھی تو بناتے ہیں۔ سمیر خوب اچھی طرح سمجھ لو۔ انسان انھی چیزوں کو پسند کرتا ہے جو اس کے کام آتی ہیں اور وہ ان سے کچھ نہ کچھ حاصل کرتا ہے۔ اس طرح سمجھ لو کہ یہ کائنات کا نظام ہے کہ یہاں کی ہر ایک چیز ہی ہمارے لیے کسی نہ کسی طرح کارآمد اور فائدے مند ہے۔ تو جب یہاں کی ان چیزوں کی یہ حالت ہے تو پھر انسان جو اشرف المخلوقات اور کائنات میں سب سے افضل ہے۔ تو پھر اس سے یہ امید کیوں نہیں کرنی چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے کام آئے۔ سب سے مل جل کر رہے اور کسی طرح بھی تکبر وغرور کا برتاؤ نہ کرے۔ ماسٹر

صاحب نے سمیر کو اور کچھ باتیں سمجھائیں جن سے اس کا ذہن پوری طرح صاف و شفاف ہو گیا تھا اور ضمیر بھی جاگ گیا تھا۔ اس وجہ سے اس کو اپنی غلطی کا احساس ہو گیا۔ اس نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے اپنے آپ کو بدلنے اور استاد صاحب سے معافی مانگنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

غیور صاحب کا مکان سمیر کے گھر کے قریب ہی تھا۔ وہ پہلے ہی کئی مرتبہ ان کے گھر پر جا چکا تھا۔ اس لیے اس نے سوچا کہ کیوں نہ وہ ان کے گھر جا کر اپنے کام کو انجام دے۔ تاکہ ماسٹر صاحب بھی خوش ہوں اور اس کے دل کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے۔ وہ اٹھا اور ماسٹر صاحب کے گھر کی طرف چل دیا۔ گھر زیادہ دور نہ تھا۔ اس لیے وہ تھوڑی دیر میں ہی وہاں پہنچ گیا۔ ماسٹر صاحب گھر پر ہی تھے۔ انہوں نے سمیر کو اندر بلا لیا۔ سمیر نے وقت برباد کئے بغیر ماسٹر صاحب سے اپنی غلطی کی معافی طلب کی اور ان کی مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور آئندہ ایسی کوئی اور غلطی نہ کرنے کا پختہ عہد کیا۔

سمیر نے کہا۔ سر! آپ نے جس طرح سے میری غلطی کی اصلاح کی اور جس خوبصورتی اور پیار کے ساتھ مجھے سمجھایا۔ اس کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں اور آئندہ کے لیے پکا ارادہ کرتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کبھی بھی غرور و تکبر کو جگہ نہ دوں گا اور نہ اپنی کسی بات پر گھمنڈ ہی کروں گا۔ یہ باتیں سمیر نے کچھ اس انداز و عاجزانہ طور پر کہیں کہ غیور صاحب کو اس پر پیار آ گیا۔ انھوں نے سمیر کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے وقت برباد کئے بنا جلد ہی اپنی غلطی کو سمجھ لیا۔ شاباش سمیر! اچھے بچے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ جو بڑوں کی نصیحت کو فوراً ہی مان لیا کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہوئے فلاح و نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اپنے اساتذہ اور بڑے لوگوں کی ہدایات پر ایسے ہی عمل کرتے رہے تو زندگی بھر ایسے ہی کامیابی سے ہمکنار ہوتے رہو گے اور ایک دن بہت بڑے انسان بن جاؤ گے۔ سنو! اور خوب غور سے سنو! دنیا میں وہ ہی انسان بڑا تسلیم کیا گیا ہے جس نے عاجزی اور فروتنی کو اپنے دل میں جگہ دی ہے اور دوسروں کی خدمت کو اپنا شعار بنایا ہے۔

ماسٹر صاحب کی باتیں سمیر کے دل میں پوری طرح گھر کر چکی تھیں۔ باغیچے کے حسین پھولوں کی طرح اب اس کا دل بھی خوبصورت خیالات اور حسین تصورات سے مہک اٹھا تھا۔ اس نے ماسٹر صاحب کا شکریہ ادا کیا اور ان سے اجازت لے کر اپنے گھر کی طرف چل دیا۔

راستہ وہی تھا، وہی منظر تھے، لیکن سمیر کو اس وقت کچھ اور ہی طرح کے خوبصورت مناظر اور خوشبودار ماحول کا احساس ہو رہا تھا۔ کیوں کہ اب اس کے دل کے اندر کردار و عمل کے پھول مہک اٹھے تھے۔ جس سے نہ صرف سمیر کا ہی وجود بلکہ پورا ماحول ہی خوشبوؤں سے معطر ہو گیا تھا اور ہر طرف خوشبوئیں بکھر گئی تھیں۔

○○